اسلام میں بنیادی حقوق

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

اسلام میں بنیادی حقوق

© مكتبة دارالسلام ١٤٢٧ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
مكتبة دارالسلام
مباديات الاسلام باللغة الاردية. / مكتبة دارالسلام - الرياض، ١٤٢٧هـ
ص: ٧٠ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٢-١-٩٨٢٩-٩٩٦٠
١-الاسلام (الايمان) ٢- اركان اسلام أ-العنوان
ديوي ٢٤٠ ١٤٢٧/٥٨٢٥

رقم الإيداع: ١٤٢٧/٥٨٢٥
ردمك: ٢-١-٩٨٢٩-٩٩٦٠

دارُالسّلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

● طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221
● سویلم فون: 2860422 1 00966 ● جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270
● مدینہ منورہ موبائل: 503417155 00966 فیکس: 8151121 ● قصیم: 0503417156 خمیس مشیط موبائل: 0500710328
● الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 ● ینبع البحر موبائل: 0500887341

شارجہ فون: 5632623 6 00971 **امریکہ** ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001

پاکستان (ہیڈ آفس ومرکزی شوروم)

❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 0092 42 7240024-7232400-7111023-7110081 فیکس: 7354072
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ موں مارکیٹ اقبال ٹاؤن۔ لاہور فون: 7846714

کراچی شوروم Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ کراچی
فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937 Email: darussalamkhi@darussalampk.com

اسلام آباد شوروم F-8 مرکز، اسلام آباد، فون: 051-2500237
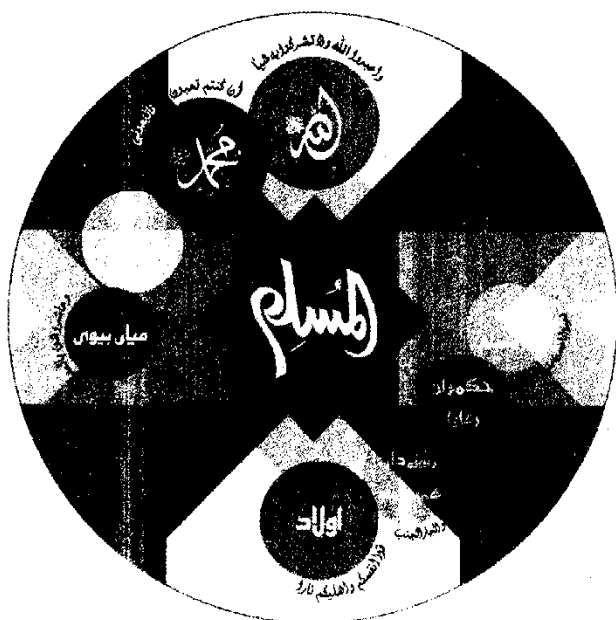
اِسلام میں بُنیادی حقوق

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

ترجمہ: شعبۂ تحقیق دارُالسلام
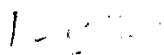
نام کتاب : اسلام میں بنیادی حقوق

مصنف : فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

منتظمِ اعلیٰ : عبدالمالک مجاہد

مجلس انتظامیہ : حافظ عبدالعظیم اسد (مینجر دارالسلام لاہور) محمد طارق شاہد

مجلس مشاورت : حافظ صلاح الدین یوسف ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر پروفیسر محمد یحییٰ مولانا محمد عبدالجبار

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن : زاہد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)

خطاطی : اکرام الحق

اشاعت اوّل : 2007

مضامین

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا خوب مہربان ہے

عرضِ ناشر

اسلام ایک مکمل دین ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی کامل رہبری فرماتا ہے۔
یہ وہ واحد جامع دین ہے جس میں تمام لوگوں کے حقوق چاہے وہ والدین ہوں، بیوی بچے ہوں یا بہن بھائی، ہمسائے ہوں یا عام مسلمان، حاکم ہوں یا رعایا، حتیٰ کہ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی مکمل تحفظ کیا گیا ہے۔ بقامت کمتر اور بقیمت بہتر کے مصداق یہ کتاب ہر چند مختصر ہے مگر موضوع کے اعتبار سے بڑی جامع اور نافع ہے۔ اس کتاب کے فاضل مؤلف الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سعودی عرب ہی کے نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے نامور عالمِ دین تھے۔ موصوف منطقہ ''القصیم'' کے شہر عنیزہ میں مقیم تھے۔ انھوں نے اسلام کی اشاعت اور عقیدۂ توحید کی تبلیغ و توسیع کے لیے جو عظیم خدمات انجام دیں وہ ان کا لافانی کارنامہ ہے۔

آج اپنے جدید علم و ہنر کی روشنی پر ناز کرنے والے مغربی ممالک انسانی حقوق کا بڑا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں لیکن خود ان ملکوں میں انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں اور رنگ و نسل کے تعصّبات عروج پر ہیں۔ امریکہ ترقی یافتہ ملکوں کا لیڈر ہے اور وہاں کے خلائی سائنسدان مریخ سے آگے کی خبریں لا رہے ہیں لیکن انسانی حقوق کے اعتبار سے امریکہ کا جو ظالمانہ

عرض ناشر

کردار سامنے آیا ہے، اس سے کوئی بے خبر نہیں۔ حق یہ ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب، کوئی تہذیب، اور کوئی تمدن اسلام سے بڑھ کر انسانی حقوق کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے ہر عہد میں انسانی حقوق کی پاسداری کی شاندار مثالیں پیش کی ہیں، اس کتاب ''اسلام میں بنیادی حقوق'' میں ان حقوق کا مفصل تذکرہ جلوہ گر ہے جو فطرت کے عین مطابق ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حق بیان کیا گیا ہے، پھر والدین، بیوی، بچوں، رشتہ داروں، ہمسایوں، عام مسلمانوں بلکہ کافروں کے حقوق بھی اجاگر کیے گئے ہیں۔ دارالسلام اس کتاب کا سلیس ایڈیشن اس یقین کے ساتھ شائع کر رہا ہے کہ اس سے کم تعلیم یافتہ افراد بھی فائدہ اٹھائیں گے اور عملی لحاظ سے دین کی سیدھی اور سچی راہ پر آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ کتاب کی ترتیب و تصحیح میں ڈائریکٹر دارالسلام لاہور جناب حافظ عبدالعظیم اسد، مولانا محمد عثمان منیب، مولانا منیر احمد رسولپوری اور احمد کامران صاحب نے جو محنت کی ہے وہ قابلِ داد ہے۔ جناب زاہد سلیم، عامر رضوان، ہارون الرشید اور ابومصعب نے جانفشانی سے اغلاط سے پاک کمپوزنگ اور تزئین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کے فاضل مؤلف، مترجم ناشرین اور رفقائے ادارہ کی مساعی قبول فرمائے اور اس کتاب کی پاکیزہ تعلیمات کا نور ساری دنیا میں عام کردے۔ آمین ثم آمین

طالب دعا

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام، الریاض۔ لاہور

جمادی الاولیٰ 1427ھ / جون 2006ء

حرفِ اوّل

دین اسلام چند مخصوص، متعین، مسنون اور مستند حقوق و فرائض کا نام ہے، جن کا شعور و ادراک ایک مسلمان، مرد، عورت اور بچے کے علاوہ حکمرانوں کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ کتاب و سنت کا عقل سلیم اور گہری نظر سے مطالعہ کریں تو اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ عالمی تہذیبوں میں بنیادی حقوق کے سلسلے میں جو تلقین اور توجہ اسلامی تہذیب میں پائی جاتی ہے اس کا مظاہرہ یا مشاہدہ کسی اور جگہ نہیں ملتا۔ اسلامی تہذیب میں انسان تو کجا پرندوں، جانوروں، راستوں اور فصلوں تک کے حقوق کی نگہبانی پر توجہ دلائی گئی ہے۔ مدینۃ النبی میں جب اسلامی ریاست قائم کی گئی تو یہ ایک Cosmopolitan یعنی وسیع المشرب بین المذہبی اور متعدد قبائل کی ثقافتوں کا خطہ تھا۔ جب نبی ﷺ نے اس ریاست کے لیے ایک آئینی دستاویز تحریر کرائی تو اس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے افراد کے حقوق کی پاسبانی اور نگہداشت کا تصور اور عملی نقشہ بھی موجود تھا۔ یہ دنیا کا پہلا آئین ہے جسے کسی حکمران نے خود املا کرایا اور پھر اس کے مطابق سیاسی، تجارتی، عدالتی اور معاشرتی حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی۔ اس دستور کی 54 دفعات میں سے نصف وہ ہیں جن میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح 9 ذی الحجہ 10 ھ بمطابق 7 مارچ

حرفِ اوّل

632ء کو میدانِ عرفات میں ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے خطبہ حجۃ الوداع میں آپ نے جو منشورِ انسانیت پیش کیا، وہ بنیادی حقوق کا ایسا جامع اور عدیم النظیر ، کارگر چارٹر ہے جس کی 48 دفعات اور اس کی 71 سے زائد توضیحات میں حقوق انسانی کا سب سے بہتر اور مؤثر دفاع پایا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں تاریخ کے مختلف ادوار میں جو متعدد حقوق کی یاداشتیں یا دستاویزات ہمارے سامنے آتی ہیں، ان میں 1215ء کا میگنا کارٹا، 1789ء میں انقلاب فرانس کا اعلان حقوق انسانی، 1791ء کا امریکی نوشتۂ حقوق اور 1948ء میں اقوام متحدہ میں حقوق بین الملل کا چارٹر سبھی مل کر حقوق کا وہ مثبت اور عملی تصور پیش نہیں کرتے جو خطبہ حجۃ الوداع میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ اور پھر اس کے مطابق ایک ایسا معاشرہ اور ایک ایسی ریاست قائم کی جس میں ان حقوق کی عملی تصاویر اور نقشے آج بھی انسانی تہذیب کا سب سے زیادہ روشن اور مایۂ ناز اثاثہ ہیں۔

دورِ حاضر میں انسانی حقوق کے حوالے سے زبردست شور اور واویلا مچا ہوا ہے، استعماری قوتیں اور سفاک حکمران ان حقوق کی ایسی رٹ لگا رہے ہیں جیسے ان سے بڑھ کر انسانیت کا ہمدرد اور غمخوار اور کوئی نہیں۔ مگر عملاً آج یہ سامراجی قوتیں اپنے سرمایہ دارانہ افکار اور ظالمانہ ٹیکنالوجی کے باعث ظلم و ستم کا ایسا بازار گرم کیے ہوئے ہیں کہ ان کے باعث افراد تو کجا، اقوام کے حقوق کا بھی کوئی احساس اور پاس لحاظ موجود نہیں۔ جن مغربی معاشروں میں انسان حیوانی تہذیب کے دلدادہ ہوں، جہاں عورت سکوں کی جھنکار پر بے حیائی کی پتلی، اشتہارات کی رونق اور نیلام کا مال بن گئی، جہاں والدین Old Age Houses میں پناہ لینے پر مجبور ہوں، معاشرتی تعلقات کے لیے نکاح کی کوئی صورت موجود نہ ہو۔ جہاں بے شمار بچے نامعلوم باپ کی اولاد ہوں اور تیس سے چالیس فیصد بچوں کو اپنے حقیقی والد کی کوئی پہچان نہ ہو، وہاں نام نہاد حقوق کی رٹ لگانا ایک حیرت انگیز راگنی اور اقوام عالم کو بے وقوف بنانے کی

حرفِ اوّل

ایک منظّم سازش ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ مغربی ریاستیں اپنے شہریوں کی فلاح و بہبود کا بہت خیال رکھتی ہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف مادّی سہولتیں فراہم کرنا اور اخلاقی اور روحانی تقاضوں کی طرف سے آنکھیں میچ لینا ایک کامیاب فلاحی ریاست کی علامت ہے؟ مگر یورپی معاشروں کی اس ثقافتی یلغار نے دینی مسلّمات پر بھی شبخون مارنا شروع کر دیا ہے۔ ان کے ہاں اب مرد اور عورت کے حقوق میں مساوات کے نام سے جو گل کھلائے جا رہے ہیں، ان کے اثرات اب پورے عالم پر عیاں ہو چکے ہیں۔ ابھی حال ہی میں نام نہاد مسلمان عورتوں کو مخلوط عبادت کی امامت کے لیے بھی کلیسا کا ماحول فراہم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی بے حرمتی کے جو واقعات ابوغُریب اور گوانتاناموبے کے قیدخانوں میں ہوئے اور یورپی ملکوں کے اخبارات نے انسانیت کے سب سے بڑے محسن ﷺ کی ذات بابرکات کی شان کے منافی جو مذموم خاکے شائع کیے، ان سے عالمی طاقتوں کے انسانی حقوق کے بلند آہنگ دعوؤں کے کھوکھلے پن کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مغربی تہذیب جو یونانی افکار کے خمیر سے اٹھی ہے، اس میں طاقتور اور کمزور کے حقوق الگ الگ ہیں۔ اسی باعث مغربی قوتوں نے دنیا بھر میں ظلم و ستم کے الاؤ دہکا رکھے ہیں غریب قوموں کے وسائل ہڑپ کرنے کے لیے یہ طاقتیں آج بھی دنیا بھر میں بے گناہ انسانوں کا خون کر رہی ہیں۔

پیشِ نظر کتاب میں اسلامی حقوق اور اس کے حوالے سے انسانوں کے بنیادی حقوق کا ایک حکمت آموز بیان موجود ہے جسے ایک ممتاز سعودی عالم دین فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے اختصار مگر جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دس ابواب پر مشتمل اس کتاب میں پہلے اسلام میں فطری حقوق کا تصور واضح کیا گیا ہے، پھر خالق کائنات کے حقوق کے حوالے سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ رب کائنات اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس کی ذات، صفات اور عبادات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ توحید کے بعد رسالت کے حقوق کا تقاضا

حرفِ اوّل

ہے کہ نبیٔ مکرم ﷺ کی تعظیم میں وہ سارے مسنون اعمال اختیار کیے جائیں جن کی تفصیل سنت مطہرہ کے ذخائر میں محفوظ ہے۔ اسی طرح والدین، میاں بیوی، اولاد، رشتہ داروں، ہمسایوں، حکمران اور رعایا، عام مسلمانوں حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کے حقوق کی مستند حوالوں سے توضیح اور تعیین کی گئی ہے۔

دارالسلام نے اس نہایت مفید کتاب کا آسان اور شگفتہ اردو میں ترجمہ پیش کر کے نہ صرف اسلامی حقوق کی متنوع شکلوں کی وضاحت کی ہے بلکہ اقوام عالم کے موجودہ اضطراب کو رفع کرنے کا سامان بھی فراہم کر دیا ہے۔ اقوام عالم اگر حقوق کا کوئی مہذب اور مثالی تصور دیکھنا چاہتی ہیں تو وہ کتاب وسنت کی تعلیمات پر مبنی حقوق کی اس مختصر مگر جامع دستاویز میں دکھائی دے گا۔ یہ معتبر کتاب اس لائق ہے کہ علمائے کرام کے علاوہ جامعات کے اساتذہ اور عدالتوں کے جج اور وکلاء بھی اس کا مطالعہ کریں۔ ایسی مفید کتاب کا مطالعہ اور اس کی تعلیمات سے دوسروں کو روشناس کرانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ دارالسلام نے اس کتاب کو اپنے روایتی ذوق طباعت سے آراستہ کیا ہے۔ حق تعالیٰ اس کوشش کو عامۃ المسلمین کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین یا رب العالمین.

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بیت الحکمت، لاہور

مقدمہ

ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے۔ ہم اس کی حمد بیان کرتے، اسی سے مدد چاہتے، اسی سے معافی طلب کرتے اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفس کی شرانگیزیوں اور اعمال کی برائیوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ جسے ہدایت نصیب فرما دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر اور ہر اس شخص پر جس نے بھلائی کے ساتھ ان کا اتباع کیا، رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی شریعت کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں عدل کا لحاظ رکھا گیا ہے تاکہ ہر صاحب حق کو کسی کمی بیشی کے بغیر اس کا حق دیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عدل، احسان اور قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا۔ عدل کے ساتھ ہی رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں اور عدل ہی سے دنیا و آخرت کے امور قائم ہیں۔

مقدمہ

عدل کا معنی ہے "برابری کرنا" یعنی ہر صاحب حق کو اس کا پورا پورا حق دینا۔ یہ بات تب ہی پوری ہو سکتی ہے جب حقوق کی معرفت حاصل ہو تاکہ مستحق کو اس کا حق دیا جا سکے۔ اسی غرض سے ہم نے ان اہم حقوق کی معرفت اور وضاحت کے لیے یہ رسالہ لکھا ہے تاکہ ہر شخص حسبِ استطاعت انھیں ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم کا مستحق ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً

اللہ تعالیٰ کا حق تمام حقوق سے زیادہ ضروری اور سب سے اہم ہے۔ کیونکہ وہ اس کائنات کا خالق و مالک اور تمام تر امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ وہ زندۂ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کا نظام سنبھالے ہوئے ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اپنی حکمت بالغہ سے اس کا اندازہ کیا۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، پھر انسان کو اپنے احسانات یاد کرائے کہ اے انسان! تجھ پر اس ذات کا حق ہے جس نے نعمتوں کے ساتھ تیری پرورش کی۔ تو اپنی ماں کے پیٹ میں تین طرح کے اندھیروں میں تھا۔ جہاں مخلوقات میں سے کوئی بھی تجھے غذا یا ایسی اشیاء نہیں پہنچا سکتا تھا جو تیری افزائش اور زندگی کو قائم رکھنے والی ہوں۔ اسی نے ماں کی چھاتیوں میں وافر دودھ اتارا، تجھے اس کی راہ دکھلائی اور تیرے والدین کو تیرا محسن بنا دیا۔ تیری امداد کی اور تجھے کامیاب کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّنۢ بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾﴾

''اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمھارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر گزار بنو۔''[1]

اے انسان! اگر اللہ تعالیٰ لمحہ بھر کے لیے اپنا فضل اور رحمت روک لے تو تو ہلاک ہو

[1] النحل: 78/16

جائے۔ جب انسان پر اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل اور اس قدر رحمت ہے تو پھر اس کا حق بھی تمام حقوق سے زیادہ اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان سے رزق مانگتا ہے نہ کھانا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَٱلْعَـٰقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾﴾

''ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم خود تجھے دے رہے ہیں اور (بہتر) انجام تقویٰ (پرہیزگاری) ہی کا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ تجھ سے صرف ایک ہی چیز کا مطالبہ کرتا ہے جس میں تیرا ہی فائدہ ہے اور وہ یہ کہ تو اس اکیلے کی عبادت کر جس کا کوئی شریک نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلرَّزَّاقُ ذُو ٱلْقُوَّةِ ٱلْمَتِينُ ﴿٥٨﴾﴾

''میں نے جنات اور انسانوں کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، میں ان سے رزق نہیں چاہتا نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ ہی خود رزق دینے والا، زورآور (اور) مضبوط ہے۔''[2]

وہ تجھ سے صرف یہ چاہتا ہے کہ عبودیت کے ہر پہلو سے تو اس کا بندہ بن جا۔ جیسا کہ ربوبیت کے ہر پہلو سے وہ تیرا پروردگار ہے۔ ایسا بندہ جو صرف اسی کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کرے اور اس کی مکمل اطاعت کرے کیونکہ اس نے تجھے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ کیا ایسے منعم حقیقی کی نافرمانی کرتے ہوئے تجھے شرم محسوس نہیں ہوتی؟

اگر لوگوں میں سے کوئی تجھ پر احسان کرتا تو (اے انسان) تو اس کی نافرمانی اور مخالفت پر اتر آنے سے ضرور شرماتا، پھر اپنے پروردگار سے تیرا معاملہ کیسا ہے کہ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے وہ سب اسی کے فضل سے ہے اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت نہیں آتی تو وہ صرف اسی کی رحمت

---

[1] طٰہٰ: 132/20 [2] الذاریات: 58-56/51

سے رکی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ ٱللَّهِ ۖ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُونَ ﴿٥٣﴾﴾

''تمھیں جو بھی نعمت میسر ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر جب تمھیں کوئی دکھ پہنچتا ہے تو تم اسی کی طرف گریہ زاری کرتے ہو۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے صرف یہ حق واجب کیا ہے کہ اس کی خالص عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔ جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے، اسے یہ حق ادا کرنا نہایت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَـٰهِدُوا۟ فِى ٱللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِۦ ۚ هُوَ ٱجْتَبَىٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَٰهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّىٰكُمُ ٱلْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِى هَـٰذَا لِيَكُونَ ٱلرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱعْتَصِمُوا۟ بِٱللَّهِ هُوَ مَوْلَىٰكُمْ ۖ فَنِعْمَ ٱلْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ ٱلنَّصِيرُ ﴿٧٨﴾﴾

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی (تمھارے لیے) تمھارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اس نے پہلی کتابوں میں بھی تمھارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی وہی نام رکھا ہے (تو جہاد کرو) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو، لہٰذا نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہی تمھارا کارساز ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے اور وہ خوب مددگار ہے۔''[2]

یہ ہے عمدہ عقیدہ، اور حق کے ساتھ ایمان اور عمل صالح جو بارآور ہے۔ عقیدے کا قوام محبت و تعظیم اور اس کا پھل اخلاص و مداومت ہے۔ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں جن

① النحل: 53/16 ② الحج: 78/22

سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف، درجات کو بلند اور دلوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اصلاحِ احوال کے لیے حسب استطاعت تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ مَا ٱسۡتَطَعۡتُمۡ﴾

''جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرو۔''[1]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیمار تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

«صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ»

''کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، ایسا نہ کر سکو تو بیٹھ کر اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو پھر لیٹے لیٹے پہلو پر ادا کر لو۔''[2]

تیرے مال کا ایک قلیل سا حصہ ہے جسے تو سال میں ایک بار مسلمانوں کی امداد کے لیے فقیروں، مسکینوں، مسافروں، قرض داروں اور زکاۃ کے دوسرے مستحقین کو ادا کرتا ہے۔

روزے سال بھر میں صرف ایک مہینے کے فرض ہیں اور اس میں بھی مریض اور مسافر کے لیے رعایت ہے کہ وہ باقی دنوں میں رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٖ فَعِدَّةٞ مِّنۡ أَيَّامٍ أُخَرَۗ﴾

''اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔''[3]

بیت اللہ کا حج صاحب استطاعت کے لیے عمر بھر میں صرف ایک دفعہ فرض ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے بنیادی حقوق ہیں۔ اور جو ان کے علاوہ ہیں، وہ حالات کے مطابق

---

[1] التغابن: 16/64

[2] صحيح البخاري، التقصير، باب إذا لم يطق قاعدًا صلى على جنب، حديث: 1117

[3] البقرة: 185/2

واجب ہوتے ہیں، جیسے جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ۔

میرے بھائی! یہ حق عمل کے لحاظ سے تھوڑا اور اجر کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے۔ جب تو اسے ادا کرے گا تو دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جائے گا، آگ سے نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾﴾

''تو جو شخص آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔''[1]

[1] آل عمران: 185/3

رسول اللہ ﷺ کے حقوق

مخلوق کے حقوق میں نبیٔ اکرم ﷺ کا حق سب سے زیادہ اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ﴾

''(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور دل و جان سے رسول کی مدد اور اس کی تعظیم و توقیر کرو۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''[2]

نبیٔ کریم ﷺ کے حقوق یہ ہیں کہ آپ کی عزت افزائی، آپ کا احترام اور آپ کی تعظیم کی

① الفتح :48/8-9

② صحیح البخاری، الإیمان، باب حب الرسول من الإیمان، حدیث: 15، وصحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب محبة رسول اللّٰہ أکثر من الأھل ......، حدیث:44

جائے۔ تعظیم ایسی ہونی چاہیے جس میں مبالغہ ہو نہ تقصیر۔ آپ کی عزت افزائی اور تعظیم تقاضا کرتی ہے کہ آپ کی مکمل اطاعت کی جائے جس طرح آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے۔ اس اطاعت کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے:

”قریش نے جب عروہ بن مسعود ثقفی کو صلح حدیبیہ کے وقت نبیٔ کریم ﷺ سے صلح کی بات چیت کرنے بھیجا تو (واپس جا کر) اس نے کہا: میں شاہ ایران، شاہ روم اور شاہ حبشہ کے دربار میں بھی گیا ہوں، مگر میں نے کسی بادشاہ کے ساتھیوں کو اس کی ایسی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جیسے محمد ﷺ کے اصحاب اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ جب وہ انھیں حکم دیتے ہیں تو جلد از جلد بجا لاتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو اُن کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب وہ بات کرتے ہیں تو خاموش ہو جاتے ہیں اور تعظیم کی وجہ سے اُن کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔“

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے اس قدر والہانہ عقیدت کا اظہار اس لیے کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی فطرت میں مکارم اخلاق، نرم مزاجی اور فراخ دلی جیسے اوصاف ودیعت کر رکھے تھے۔ اگر آپ سخت طبیعت والے ہوتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ہم نشین نہ بنتے۔

نبیٔ کریم ﷺ کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی تصدیق کی جائے۔ جس بات کا آپ نے حکم دیا ہو وہ بجا لایا جائے اور جس امر کی ممانعت یا سرزنش کی ہو، اس سے پرہیز کیا جائے۔ اور اس بات پر ایمان ہو کہ آپ کی راہِ ہدایت تمام راہوں سے بہتر، آپ کی شریعت سب شریعتوں سے اکمل ہے۔ آپ کی شریعت پر کسی بھی قانون کو مقدم نہ کیا جائے، خواہ اس کا ماخذ کچھ بھی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا

يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ حَرَجٗا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسۡلِيمٗا ﴿٦٥﴾

''چنانچہ تمھارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے تنازعات میں منصف نہ بنائیں، پھر جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں گھٹن محسوس نہ کریں بلکہ اس فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔''[1]

اور فرمایا:

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ﴿٣١﴾﴾

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''[2]

نبیٔ کریم ﷺ کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی شریعت اور ہدایت کا ہر حال میں دفاع کیا جائے۔ اگر حالات اسلحہ کا تقاضا کرتے ہوں اور انسان اس کی قدرت رکھتا ہو تو قوت کے ساتھ دفاع کرے۔ جب دشمن دلائل وشبہات سے حملہ آور ہو تو علم سے اس کا دفاع کرے۔ اس کے دلائل وشبہات اور تخریبی بیانات کا ازالہ کرے۔

کسی مومن کے لیے ہرگز ممکن نہیں کہ وہ کسی کو نبیٔ کریم ﷺ کی شریعت یا آپ کی ذات کریم پر حملہ کرتے سنے اور خاموش رہے جبکہ وہ اس کے دفاع کی طاقت بھی رکھتا ہو۔

[1] النساء: 65/4 [2] آل عمران: 31/3

والدین کے حقوق

اولاد پر والدین کو جو فضیلت حاصل ہے، وہ ایک معروف اور مسلّم حقیقت ہے کیونکہ والدین ہی اولاد کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہیں، لہٰذا ان کا اولاد پر بڑا حق ہے۔ ان دونوں نے اسے بچپن میں پالا۔ اسے ہر طرح کا آرام پہنچانے کے لیے خود تکلیفیں برداشت کیں۔ اے انسان! تیری ماں نے تقریباً نو ماہ تک تجھے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور اس کا خون تیری غذا کا باعث بنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُۥ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ﴾

''اس کی ماں نے اسے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا۔''[1]

پھر اس کے بعد دو سال دودھ پلانے کا معاملہ ہے جس میں تھکن بھی ہوتی ہے، کوفت اور صعوبت بھی۔ اسی طرح باپ تیری زندگی اور بقا کے لیے تیرے بچپن ہی سے دوڑ دھوپ کرنے لگا۔ حتیٰ کہ تو خود اپنے بل پر کھڑا ہونے کے قابل ہو گیا اور وہ تجھے قابل عزت بنانے کے لیے کوشش کرتا رہا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُۥ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَـٰلُهُۥ فِى عَامَيْنِ أَنِ ٱشْكُرْ لِى وَلِوَٰلِدَيْكَ إِلَىَّ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٤﴾﴾

---

[1] لقمان: 14/31

''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکیدی حکم دیا، اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑانا ہوا، کہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر گزار رہے (اور) تجھے بالآخر لوٹ کر میری ہی طرف آنا ہے۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾ ﴾

''اور ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرو۔ اگر تمھارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں ''اف'' بھی نہ کہو، نہ انھیں جھڑکو۔ اور ان سے ادب سے شریفانہ بات کہو اور ان دونوں کے سامنے رحم سے عاجزی کا پہلو جھکا دو اور دعا کرو کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما۔ جس طرح انھوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔''[2]

والدین کا تم پر حق یہ ہے کہ ان سے نیکی کرو اور یہ اس طرح ہوگا کہ تم ہر لحاظ سے ان سے بہتر سلوک کرو۔ ان کا حکم بجا لاؤ۔ اگر اُن کے کسی حکم میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو تو وہ حکم نہ مانو۔ ان سے نرمی سے بات کرو اور خندہ پیشانی سے پیش آؤ۔ ان کے مناسب حال ان کی خدمت کرو۔ بڑھاپے، بیماری اور کمزوری کے وقت ان کو جھڑکو نہیں اور اس بات کو بوجھ بھی محسوس نہ کرو۔ کیونکہ کچھ وقت بعد تم بھی ان کے مقام پر پہنچنے والے ہو۔ تم بھی باپ بن جاؤ گے جیسا کہ یہ تمھارے والدین ہیں ۔ عنقریب تم بھی اپنی اولاد کے سامنے بوڑھے ہو جاؤ

---

[1] لقمان: 14/31 [2] بنی إسرائیل: 17/23-24

گے جس طرح یہ تمھارے سامنے بوڑھے ہوئے ہیں اور تم بھی اپنی اولاد سے نیکی کے محتاج ہو گے جیسا کہ آج یہ ہیں۔ اگر آج تم ان سے نیکی کر رہے ہو تو تمھیں بہت بڑے اجر اور اولاد سے ایسے ہی سلوک کی خوشخبری ہو۔ کیونکہ جس نے اپنے والدین سے نیکی کی اس کی اولاد اس سے نیکی کرے گی اور جس نے والدین کو ستایا اس کی اولاد ضرور اسے ستائے گی۔ یہ مکافات عمل ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے حق کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اس لیے اس نے اپنے حق (عبادت) کے ساتھ والدین کے حق کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱعْبُدُوا ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا﴾

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿أَنِ ٱشْكُرْ لِى وَلِوَٰلِدَيْكَ﴾

''کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔''[2]

نبی کریم ﷺ نے والدین سے نیکی کرنے کے عمل کو جہاد فی سبیل اللہ پر مقدم رکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ کہتے ہیں، میں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟'' آپ نے فرمایا:

«اَلصَّلَاةُ عَلٰی وَقْتِهَا، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ»

''نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ میں نے پوچھا، پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا:

[1] النساء 4:36 [2] لقمان 31:14

والدین سے اچھا سلوک کرنا۔ میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''[1]

اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور یہ والدین کے اس حق کی اہمیت پر دلیل ہے جسے اکثر لوگوں نے ضائع کر رکھا ہے وہ ان کو ستاتے اور قطع رحمی کرتے ہیں، پھر کچھ ایسے بھی ہیں جو انھیں حقیر سمجھتے، ڈانٹتے اور ان پر آوازیں بلند کرتے ہیں۔ ایسے لوگ عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب البر والصلة، حديث: 5970، و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله أفضل الأعمال، حديث:85

میاں بیوی کے حقوق

میاں بیوی کے حقوق

شادی کے اثرات بڑے دور رس اور اس کے تقاضے بہت اہم ہیں۔ میاں بیوی کا باہمی تعلق کچھ اس طرح کا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے دوسرے پر مالی، بدنی اور اجتماعی حقوق عائد ہوتے ہیں، لہٰذا زوجین میں سے ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ دینی دستور کے مطابق رہن سہن رکھے اور ہر ایک دوسرے کے واجبی حقوق و فرائض نہایت فراخدلی کے ساتھ کسی کراہت اور ٹال مٹول کے بغیر، خوش دلی سے انجام دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ﴾

''اور بیویوں کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾

''اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔''[2]

جس طرح عورت پر واجب ہے کہ اپنے خاوند کے حقوق ادا کرے اسی طرح خاوند کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرے۔ جب تک زوجین میں سے ہر ایک ان

---

[1] النساء: 19/4 [2] البقرة: 228/2

حقوق کا خیال رکھتا ہے جو ان پر عائد ہوتے ہیں تو ان کی زندگی خوشگوار اور پرسکون بسر ہوتی ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو اس کا نتیجہ ضد اور باہمی جھگڑوں کی شکل میں نکلے گا اور زندگی تلخ ہو جائے گی۔

بیوی کے خاوند پر حقوق

بیوی سے اچھا سلوک کرنا خاوند کی ذمے داری اور بیوی کا حق ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیث ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ 'اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ»

''عورتوں سے بہتر سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ وہ ہے جو اس کا بلند حصہ ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ دے گا اور اگر چھوڑ دے گا تو ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔''[1]

ایک اور روایت میں ہے:

«إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَّنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيْقَةٍ فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَّإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا»

---

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريّته، حديث: 3331، وصحيح مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث: 1466

''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ وہ تیرے لیے کسی طرح سیدھی نہ ہوگی، لہٰذا اگر تو اس سے، اس کی ٹیڑھی حالت میں، فائدہ اٹھا سکتا ہے تو اٹھا لے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ دے گا اور اس کا توڑنا اس کی طلاق ہے۔''[1]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُّؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَّضِيَ مِنْهَا آخَرَ»

''کوئی مومن مرد، مومنہ عورت، یعنی اپنی بیوی سے بغض نہ رکھے کیونکہ اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو کوئی دوسری پسند بھی ہوگی۔''[2]

اور لا يفرك کے معنی ''بغض نہ رکھنا'' ہیں۔ ان احادیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ کرے۔ اسے چاہیے کہ جو کچھ بیوی کی ذات سے میسر آئے، لے لے کیونکہ جس طبیعت پر وہ پیدا کی گئی ہے وہ کامل درجے پر نہیں ہے بلکہ اس میں ٹیڑھ ہونا لازمی ہے اور آدمی اسی طبیعت سمیت اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جس پر وہ پیدا کی گئی ہے۔ ان احادیث میں یہ ہدایت بھی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی بیوی کی خوبیوں اور خامیوں کا موازنہ کرے۔ کیونکہ اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو اس کے ساتھ دوسری عادت ایسی بھی ہوگی جو اسے پسند ہوگی، لہٰذا اس کی طرف صرف ناراضی اور کراہت ہی کی نظر سے نہ دیکھے۔

بہت سے شوہر ایسے ہیں جو اپنی بیویوں کو درجۂ کمال پر دیکھنا چاہتے ہیں جبکہ یہ ناممکن ہے، اسی لیے ان کی گزر بسر تنگ ہو جاتی ہے اور وہ اپنی بیویوں سے فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں رہتے۔ اِس کا نتیجہ بسا اوقات طلاق ہوتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث : 1466

[2] صحیح مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث : 1467

«وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا»

''اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ دے گا اور اس کا ٹوٹنا اس کی طلاق ہے۔''[1]

لہٰذا خاوند کو چاہیے کہ بیوی سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس سے درگزر کرے بشرطیکہ وہ دین اور شرافت سے خالی نہ ہو۔ خاوند، بیوی کے کھانے، پینے، پوشاک اور اس کے جملہ لوازم کا ذمہ دار ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ﴾

''اور دستور کے مطابق ان کی خوراک اور پوشاک بچے کے باپ کے ذمے ہے۔''[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ»

''اور دستور کے مطابق تمھاری بیویوں کی خوراک اور پوشاک تمھارے ذمے ہے۔''[3]

نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ بیوی کا مرد پر کیا حق ہے تو آپ نے فرمایا:

«أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ»

''جب تو کھانا کھائے تو اسے کھانا کھلا اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنا اور اس کے منہ پر نہ مار، اسے برا بھلا کہہ نہ اس سے قطع تعلق کر مگر یہ کہ گھر کے اندر اندر۔''[4]

بیوی کا ایک حق یہ ہے کہ اس سے عدل کیا جائے۔ اگر خاوند کی دوسری بیوی ہو تو ان

---

① صحیح مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث: 1466

② البقرة 233/2

③ سنن أبي داود، المناسك، باب صفة حجة النبي ﷺ، حديث: 1905

④ سنن أبي داود، النكاح، باب في حق المرأة على زوجها، حديث: 2142

دونوں کے اخراجات، رہائش، شب بسری، غرضیکہ تمام امور میں ممکن حد تک عدل کرے کیونکہ ان میں سے ایک کی جانب میلان رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلٰى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ»

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہو گا۔''[1]

البتہ وہ امور جن میں عدل ممکن نہ ہو، جیسے محبت اور دل کی خوشی تو ان میں خاوند پر کچھ گناہ نہیں کیونکہ یہ اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَن تَسْتَطِيعُوٓا۟ أَن تَعْدِلُوا۟ بَيْنَ ٱلنِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾

''اگر تم چاہو بھی تو اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے۔''[2]

یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے درمیان شب بسری کی باری مقرر کر رکھی تھی۔ آپ عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ»

''اے اللہ! یہ میری تقسیم ایسے معاملے میں ہے جس میں میرا اختیار ہے اور جس بات میں تیرا اختیار ہے، میرا نہیں، اس پر مجھے ملامت نہ فرمانا۔''[3]

لیکن اگر کوئی بیوی شب بسری کے معاملے میں اپنی باری خوشی سے دوسری بیوی کو ہبہ

---

① سنن أبي داود، النكاح، باب في القسم بين النساء، حديث: 2133

② النساء: 4/129

③ سنن أبي داود، النكاح، باب في القسم بين النساء، حديث: 2134

کر دے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ایک دن مقرر کی تھی، پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی۔

رسول اللہ ﷺ اس بیماری کے دوران جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی، پوچھا کرتے تھے، کل میں کہاں ہوں گا، کل میں کہاں ہوں گا......؟ تو آپ کی بیویوں نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں، پھر آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما رہے تا آنکہ آپ کی وفات ہوگئی۔

خاوند کے بیوی پر حقوق

جس طرح بیوی کے خاوند پر حقوق ہیں اُسی طرح خاوند کے بیوی پر حقوق ہیں، البتہ مردوں کو فضیلت حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ﴾

”عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسا کہ دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے، البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔“[1]

مرد اپنی بیوی پر حاکم ہے جو اس کی مصلحتوں، تادیب اور عزت کو قائم رکھنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ ۚ﴾

”مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس لیے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔“[2]

---

① البقرة 228/2: ② النساء 34/4:

مرد کا اپنی بیوی پر ایک حق یہ ہے کہ وہ ہر ایسے کام میں اس (خاوند) کی اطاعت کرے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو اور اس کے راز اور مال کی حفاظت کرے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا»

''اگر میں کسی کو یہ حکم دینے والا ہوتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔''[1]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ»

''جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے اور خاوند ناراضی کی حالت میں رات گزار دے تو صبح تک اس (بیوی) پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''[2]

خاوند کا بیوی پر اس قدر حق ہے کہ اگر وہ نفلی عبادت کرنا چاہے تو اس کے لیے بھی اُسے خاوند سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ»

---

[1] جامع الترمذی، الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ، حدیث: 1159

[2] صحیح البخاری، النکاح، باب إذا باتت المرأۃ فراش زوجھا، حدیث: 5193، وصحیح مسلم، النکاح، باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا، حدیث: 1436

''اگر کسی عورت کا خاوند گھر پر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے، نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے۔''[1]

نیز رسول اللہ ﷺ نے خاوند کے اپنی بیوی سے خوش ہونے کو جنت میں داخلے کے اسباب میں سے ایک سبب قرار دیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَّاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ»

''کوئی بھی عورت جو اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو، وہ جنت میں داخل ہوگی۔''[2]

[1] صحیح البخاری، النکاح، باب لا تأذن المرأة فی بیت زوجها......، حدیث: 5195

[2] جامع الترمذی، الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، حدیث: 1161

اولاد کے حقوق
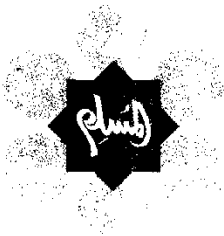
اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل ہیں۔ اولاد کے بہت سے حقوق ہیں جن میں سب سے اہم ان کی اچھی اور صالح تربیت کرنا ہے تاکہ وہ معاشرے کے بہترین فرد بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ ﴾

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔''[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَّسْؤُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ»

''تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور ہر کوئی اپنی رعیت کے متعلق جواب دہ ہے اور آدمی اپنے گھر کا ذمے دار ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔''[2]

اولاد والدین کے لیے امانت ہے اور قیامت کے دن وہ اولاد کے متعلق جواب دہ ہوں

[1] التحریم: 6/66

[2] صحيح البخاري، الوصايا، باب تأويل قوله تعالىٰ ﴿من بعد وصية يوصي بها أو دين﴾ حديث: 2851، و صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل...... حديث: 1829

گے۔ اگر انھوں نے اولاد کی تربیت اسلامی انداز سے کی ہو گی تو وہ والدین کے لیے دنیا و آخرت میں باعث راحت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَٰنٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ أَلَتْنَٰهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَىْءٍ ۚ كُلُّ ٱمْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان لانے میں ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور والدین کے اعمال میں سے ذرا بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے کیے ہوئے اعمال کے عوض رہن ہے۔“ [1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»

”جب بندہ مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین عمل باقی رہتے ہیں۔ صدقہ جاریہ، ایسا علم کہ لوگ اس کے بعد اس سے فائدہ اٹھائیں یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔“ [2]

یہ اولاد کی تربیت کا ثمر ہے۔ جب ان کی صالح تربیت کی جائے تو وہ والدین کے لیے ان کی زندگی میں بھی فائدہ مند ہوتی ہے اور ان کی وفات کے بعد بھی۔

بہت سے والدین اولاد کے حق کو معمولی سمجھتے ہیں، وہ اپنی اولاد کو ضائع کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں ان سے باز پرس ہو گی۔ وہ اپنی اولاد کے مشاغل اور ان کی سرگرمیوں سے غافل ہوتے ہیں۔ انھیں معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی اولاد کیا کر رہی ہے۔

---

① الطور: 21/52

② صحیح مسلم، الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، حدیث: 1631

وہ کہاں جاتے ہیں اور کب واپس گھر آتے ہیں۔ وہ انھیں نیکی کی طرف توجہ دلاتے ہیں نہ بری خصلتوں سے منع کرتے ہیں اور عجیب تر بات یہ ہے کہ وہ اپنے مال کی حفاظت اور اس کو بڑھانے میں سخت حریص ہوتے ہیں کہ ہر اس بات کے لیے مستعد رہتے ہیں جو اُن کے مال میں اضافے کا باعث بنے، حالانکہ انھیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مال کو وہ بڑھا رہے ہیں وہ دوسروں کا ہے۔ رہا اولاد کا مسئلہ تو یہ ان کی نظروں میں کچھ نہیں ہوتا، حالانکہ ان کی محافظت دنیا اور آخرت دونوں لحاظ سے ان کے لیے بہتر اور مفید تھی، نیز جیسے والد پر بچے کے خورونوش اور پوشاک کی ذمہ داری ہے، ایسے ہی اپنے بچے کے دل کو علم و ایمان کی غذا مہیا کرنا اور تقویٰ کا لباس پہنانا بھی واجب ہے اور یہ بات پہلی بات سے کہیں بہتر ہے۔

اولاد کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان پر دستور کے مطابق خرچ کیا جائے جس میں اسراف ہو نہ بخل کیونکہ اولاد پر خرچ کرنا باپ کی لازمی ذمہ داری ہے اور اس میں اللہ کی نعمت کا شکر بھی ہے۔

اولاد کے حق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اولاد کو ہبہ اور عطیہ دینے میں کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے کہ کسی کو کچھ دے دے اور دوسرے کو محروم رکھے کیونکہ یہ ظلم ہے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، نیز اس سے خاندانی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

صحیحین، یعنی بخاری اور مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک غلام ہبہ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی تو آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا تو نے اپنے ہر بیٹے کو ایک ایک غلام ہبہ کیا ہے؟'' بشیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر اس غلام کو واپس لے لے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

«اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ»

”اللہ سے ڈرو، اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔“[1]

ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں:

«فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ»

”تب مجھے گواہ مت بناؤ، میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔“[2]

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اولاد میں سے کسی ایک کو دوسروں پر فضیلت دینے کا نام ”جور“ رکھا اور ”جور“ کے معنی ظلم کے ہیں جو حرام ہے۔

لیکن اگر کسی بیٹے کو ایسی چیز دے جس کی اس کو تو ضرورت ہو لیکن دوسرے بچوں کو ضرورت نہ ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ تخصیص یا فضیلت کی بنا پر نہیں بلکہ حاجت کی بنا پر ہے، لہٰذا یہ نفقہ ہی کی صورت ہے اور جب والد وہ تمام باتیں جو اس پر واجب ہیں پوری کر دے، جیسے تربیت اور نفقہ وغیرہ تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اولاد اس سے نیکی کرے اور اس کے حقوق کا خیال رکھے۔

[1] صحیح البخاری، الهبة، باب الإشهاد فی الهبة، حدیث: 2587، و صحیح مسلم، الهبات، باب کراهة تفضیل بعض الأولاد فی الهبة، حدیث: 1623

[2] صحیح البخاری، الشهادات، باب لا یشهد علی شهادة جور إذا أشهد، حدیث: 2650، وصحیح مسلم، الهبات، باب کراهة تفضیل بعض الأولاد فی الهبة، حدیث: 1623 واللفظ له

قریبی رشتہ داروں کے حقوق

قریبی رشتہ داروں کے حقوق

اسلام میں قرابت داروں اور رشتہ داروں کے حقوق کا بھی خیال رکھا گیا اور انھیں ادا کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿وَءَاتِ ذَا ٱلْقُرْبَىٰ حَقَّهُۥ﴾

''قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿وَٱعْبُدُوا ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین اور قرابت داروں سے بھلائی کرو۔''[2]

لہٰذا ہر قریبی عزیز پر واجب ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ دار سے صلہ رحمی کرے۔اس کی مالی اور اخلاقی لحاظ سے ہر ممکن مدد کرے۔ یہ ایسی بات ہے جس کا شرع، عقل اور فطرت سبھی تقاضا کرتے ہیں۔

صلہ رحمی کی ترغیب کے لیے بہت سی احادیث ہیں۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ ، فَقَالَ لَهُ : مَهْ

---

① بنی إسرائیل: 26/18 ② النساء: 36/4

قَالَتْ : هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ ، قَالَ : أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ : بَلٰى يَا رَبِّ . قَالَ : فَذَاكِ . قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : اقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓا۟ أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾﴾

''اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا۔ جب اس سے فارغ ہوا تو رحم کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ٹھہر جا! وہ کہنے لگا: میں قطع رحمی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ میں اسے ملاؤں جو تجھے ملائے اور اس کو قطع کروں جو تجھے قطع کرے......؟ رحم نے کہا: کیوں نہیں......! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یہ بات تیرے لیے منظور ہے۔ پھر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: (اے منافقو) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔''[1]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»

''جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ صلۂ رحمی کرے۔''[2]

بہت سے لوگ ہیں جو اس حق کو ضائع کر رہے ہیں اور کچھ اس میں کمی کرتے ہیں۔ آپ ایسے لوگ بھی دیکھیں گے جو قرابتداری کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ ان کی مالی یا اخلاقی لحاظ سے کسی طرح بھی مدد نہیں کرتے۔ کئی کئی مہینے گزر جاتے ہیں، وہ انھیں دیکھتے بھی نہیں۔ انھیں ملنے جاتے ہیں نہ ان کو کوئی ہدیہ بھیجتے ہیں بلکہ انھیں ہر لحاظ سے دکھ پہنچانے کی

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب وتقطعوا أرحامكم، حديث: 4830

[2] المسند الجامع: 14035/17

منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں۔

کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر قریبی رشتہ دار صلہ رحمی کریں تو وہ بھی کرتے ہیں اور اگر وہ تعلقات توڑ دیں تو یہ بھی توڑ دیتے ہیں۔ ایسا آدمی حقیقتاً تعلق جوڑنے والا نہیں بلکہ یہ تو ادلے کا بدلہ ہے۔ دراصل تعلق جوڑنے والا وہ ہے جو تعلق کو اللہ تعالیٰ کی خاطر جوڑے اور یہ پروا نہ کرے کہ دوسرا بھی اتنا تعلق جوڑتا ہے یا نہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ، وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا»

''ادلے کا بدلہ دینے والا واصل (تعلق جوڑنے والا) نہیں۔ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ اگر اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ پھر بھی تعلق جوڑے رکھے۔''[1]

کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ قطع کرتے ہیں، میں ان سے بہتر سلوک کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں، میں ان کی باتیں برداشت کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

«لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَّادُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ»

''اگر بات ایسی ہی ہے جیسی تو نے کہی ہے تو گویا تو نے ان کے چہروں کو خاک آلود کر دیا اور جب تک تو اس حالت پر برقرار رہے گا، ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ تیرا ایک مددگار رہے گا۔''[2]

---

[1] صحیح البخاری، الأدب، باب لیس الواصل بالمکافیء، حدیث:5991

[2] صحیح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها، حدیث:2554

صلۂ رحمی میں صرف یہی بات نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ صلۂ رحمی کرنے والے کو دنیا و آخرت میں اپنے احسان کا مستحق بنا کر اس پر رحمت فرماتا ہے، اس کے کام آسان بنا کر اس کی سختیاں دور کر دیتا ہے بلکہ صلہ رحمی سے خاندان میں باہمی قربت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ افرادِ خاندان ایک دوسرے پر مہربان اور مصائب میں ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں انھیں مسرّت اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات تجربہ شدہ اور جانی پہچانی ہے۔

اور جب قطع رحمی کی جائے تو یہ سب فوائد اس کے برعکس بن جاتے ہیں اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ہمسایوں کے حقوق

والجار ذي القربى والجار الجنب

ہمسایہ وہ ہے جو آپ کے گھر کے قریب ہو، اس کا آپ پر بہت بڑا حق ہے۔ اگر وہ نسب میں آپ سے قریب ہو اور مسلمان بھی ہو، تو اس کے تین حق ہیں: ہمسائیگی، قرابت داری اور اسلام کا حق۔ اگر وہ نسب میں قریب ہے لیکن مسلمان نہیں تو اس کے دو حق ہیں: ایک ہمسائیگی کا اور دوسرا قرابت داری کا۔ اگر وہ رشتہ میں دور ہے اور مسلمان بھی نہیں تو اس کا ایک حق ہے: یعنی ہمسائیگی کا حق۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾

''اور ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں (سب) کے ساتھ احسان کرو۔''[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ»

''جبریل (علیہ السلام) مجھے ہمسایوں کے حقوق کے متعلق اس قدر تاکید کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے سمجھا کہ وہ اسے وارث بنا دیں گے۔''[2]

---

[1] النساء: 36/4

[2] صحیح البخاری، الأدب، باب الوصاءة بالجار، حدیث: 6015،6014

اس حدیث پر شیخین کا اتفاق ہے۔ ایک ہمسائے کے دوسرے پر حقوق یہ ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اس کے ساتھ ہر لحاظ سے بھلائی کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ»

''اللہ کے ہاں ہمسایوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ہمسائے کے لیے اچھا ہو۔''[1]

نیز فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلٰى جَارِهِ»

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے اپنے ہمسائے سے بہتر سلوک کرنا چاہیے۔''[2]

اور فرمایا:

«إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ»

''جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال لو اور اس میں اپنے ہمسایوں کو (بھی) شریک کرلو۔''[3]

احسان کی ایک صورت یہ ہے کہ تقریبات میں ہمسایوں کو تحائف پیش کیے جائیں کیونکہ تحائف محبت پیدا کرتے ہیں اور عداوت کو دور کرتے ہیں۔

ایک ہمسائے کا دوسرے پر یہ حق ہے کہ وہ اسے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ: وَمَنْ؟

---

[1] جامع الترمذی، البر و الصلة، باب ماجاء فی حق الجوار، حدیث: 1944

[2] صحیح مسلم، الإیمان، باب الحث علیٰ إكرام الجار ......، حدیث: 48

[3] صحیح مسلم، البر و الصلة، باب الوصية بالجار و الإحسان إليه، حدیث: 2625

يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: اَلَّذِی لَا یَأْمَنُ جَارُہُ بَوَائِقَهُ»

''اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں۔ دریافت کیا گیا کون اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔''[1]

ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ»

''وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔''[2]

بوائق کا معنی 'شرارتیں' ہے، لہٰذا جس شخص کے شر سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو، وہ مومن نہیں ہے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

آج کل بہت سے لوگ حق ہمسائیگی کا کوئی اہتمام نہیں کرتے، نہ ان کی شرارتوں سے ان کے ہمسائے محفوظ ہوتے ہیں۔ آپ انھیں ہمیشہ آپس میں الجھتے، مخالفت کرتے، زیادتی کرتے، اور ہر لحاظ سے ایک دوسرے کو تکلیف پہنچاتے ہوئے دیکھیں گے۔ یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہے اور یہ باتیں مسلمانوں کی آپس میں جدائی، دلوں کی دوری اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنے کا سبب بن جاتی ہیں۔

① صحیح البخاری، الأدب، باب إثم من لا یأمن جاره بوائقه، حدیث: 6010

② صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان تحریم إیذاء الجار، حدیث: 46

حکمرانوں اور رعایا کے حقوق

"وُلاۃ" (حکمران) وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے امور کے نگران ہوتے ہیں خواہ یہ ولایت "عامہ" ہو، جیسے سلطنت کا سربراہ اعلیٰ یا "خاصہ" ہو، جیسے کسی مخصوص ادارے یا معین کام کا سربراہ اور ان سب کا اپنی اپنی رعیت پر حق ہوتا ہے جس سے وہ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ اسی طرح رعیت کا بھی ان پر حق ہے۔

رعایا کے حکمرانوں پر حقوق

رعایا کے حکمرانوں پر حقوق یہ ہیں کہ وہ اس امانت کو قائم رکھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے رکھی ہے۔ وہ رعیت کی خیر خواہی کے کام سرانجام دینا لازم سمجھیں اور ایسی متوازن راہ پر چلیں جو دنیوی اور اخروی مصلحتوں کی کفیل ہو۔ یہ مومنوں کے راستے کا اتباع ہوگا اور یہی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا، کیونکہ اسی میں ان کی، ان کی رعیت اور ان کے ماتحت کام کرنے والوں کی سعادت ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس میں رعیت زیادہ سے زیادہ اپنے حکمرانوں سے خوش اور مربوط رہ سکتی ہے۔ ان کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر سکتی ہے اور اس امانت کی حفاظت بھی ہو سکتی ہے جس کے لیے رعیت نے اسے حاکم بنایا تھا۔ کیونکہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے لوگوں سے بچاتا ہے اور جو شخص اللہ کو راضی رکھتا ہے اللہ اُس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اسے لوگوں کی رضامندی اور مدد سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ دل تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

حکمرانوں کے رعایا پر حقوق

حکمرانوں کے رعایا پر حقوق یہ ہیں کہ وہ حکمرانوں کو بھلائی اور خیرخواہی کے جذبے سے صحیح مشورے دیں۔ انھیں نصیحت کرتے رہیں تاکہ وہ راہ راست پر قائم رہیں۔ اگر وہ راہ حق سے ہٹنے لگیں تو انھیں راہ راست کی طرف بلائیں، ان کے حکم بجالانے میں اللہ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو تو اسے بجالائیں کیونکہ اسی صورت میں سلطنت کا کام اور انتظام درست رہ سکتا ہے اور اگر حکمرانوں کی مخالفت اور نافرمانی کی جائے گی تو انارکی پھیل جائے گی اور سب کام بگڑ جائیں گے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی، اپنے رسول اور حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ﴾

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔“[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ»

”مسلمان پر لازم ہے کہ وہ سنے اور اطاعت کرے خواہ وہ کام اسے پسند ہو یا ناپسند مگر یہ کہ اسے نافرمانی والا حکم دیا جائے اور جب اللہ کی نافرمانی والا حکم دیا جائے تو پھر نہ سنے اور نہ اطاعت کرے۔“[2]

---

[1] النساء: 59/4

[2] صحیح البخاری، الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام ......، حدیث: 7144، وصحیح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء ......، حدیث: 1839 واللفظ له

اس حدیث پر شیخین کا اتفاق ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ کی ندا دی۔ ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہو گئے آپ نے فرمایا:

«إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَّأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَّتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهِ هٰذِهِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا، فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ»

''اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا، اس کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنی امت کی ہر اس بھلائی کی طرف راہنمائی کرے جسے وہ امت کے لیے بہتر سمجھتا ہے اور ہر اس برائی سے ڈرائے جس کو امت کے لیے شر سمجھتا ہے اور تمھاری اس امت کے ابتدائی دور میں عافیت رکھی گئی ہے۔ آخری دور میں آزمائش اور ایسے امور پیش آئیں گے جنھیں تم ناپسند کرو گے۔ ایک فتنہ آئے گا جس کا ایک حصہ دوسرے کو کمزور بنا دے گا۔ فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا یہ مجھے ہلاک کر ڈالے گا، پھر وہ ختم ہو گا تو ایک اور فتنہ

آ جائے گا تو مومن کہے گا: یہ تو مجھے نہیں چھوڑے گا، لہٰذا جو شخص چاہتا ہے کہ آگ سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے اسے چاہیے کہ وہ اس حال میں مرے کہ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اور جس نے کسی امام کی بیعت کی، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور دل سے تسلیم کیا تو اسے چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا امام آ جائے جو اس (پہلے امام) سے جھگڑا کرے تو اس دوسرے (امام) کی گردن اڑا دو۔''[1]

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے نبی! دیکھیے اگر ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق تو مانگتے ہوں لیکن ہمارا حق نہ دیتے ہوں تو اس بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، آپ ﷺ نے اس شخص سے منہ پھیر لیا۔ اس شخص نے دوسری بار وہی سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَّا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ»

''ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ ان کی ذمہ داری کا بار (بوجھ) ان پر ہے اور تمھاری ذمہ داری کا بوجھ تم پر!''[2]

حکمرانوں کا رعیت پر ایک حق یہ ہے کہ رعیت اہم امور میں حکمرانوں سے تعاون کرے۔ کیونکہ جو امور حکمرانوں کو تفویض کیے گئے ہیں ان کے نفاذ میں رعیت ان کی مددگار ہوتی ہے، نیز امیر کی مسئولیت ہر ایک کو معلوم ہونی چاہیے کیونکہ مسئولیت والے کاموں میں رعایا حکمرانوں سے تعاون ہی نہ کرے تو وہ اسے مطلوبہ معیار کے مطابق کیسے سرانجام دے سکتے ہیں۔

---

① صحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأول فالأول، حديث: 1844

② صحيح مسلم، الإمارة، باب في طاعة الأمراء وإن منعوا الحقوق، حديث: 1846

عام مسلمانوں کے حقوق

عام مسلمانوں کے حقوق

عام مسلمانوں کے حقوق بہت زیادہ ہیں۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ، قِيلَ: مَا هُنَّ؟ يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: إِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ»

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کونسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تو اسے ملے تو السلام علیکم کہے، جب وہ دعوت دے تو تُو اسے قبول کرے، جب وہ خیر خواہی طلب کرے تو تُو اس کی خیر خواہی کرے، جب وہ چھینک مارے اور الحمدللہ کہے تو تُو یَرْحَمُكَ اللّٰه کہے، جب وہ بیمار ہو تو تُو اس کی عیادت کرے اور جب وہ مر جائے تو تُو اس کے جنازہ میں شامل ہو۔''[1]

گویا اس حدیث میں مسلمانوں کے باہمی حقوق کا بیان ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، حدیث: 2162

پہلا حق

السلام علیکم کہنا ہے۔ السلام علیکم سنتِ مؤکدہ ہے اور مسلمانوں میں انس و محبت پیدا کرنے کے اسباب و وسائل میں سے ایک اہم سبب ہے جیسا کہ یہ بات مشاہدے میں آ چکی ہے اور اس پر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے:

«لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَ لَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ»

''اللہ کی قسم! جب تک تم مومن نہ بن جاؤ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور جب تک تم آپس میں محبت نہ کرو مومن نہیں بن سکتے۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ آپس میں ''السلام علیکم'' کو خوب پھیلاؤ۔''[1]

رسول اللہ ﷺ کو جو بھی ملتا آپ اسے سلام کہنے میں پہل کرتے اور جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو انھیں بھی سلام کہتے۔

سلام کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کہے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو، سوار پیدل چلنے والے کو سلام کہے۔ لیکن سنت کے مطابق جسے سلام کہنا چاہیے تھا اگر وہ سلام نہ کہے تو دوسرا کہہ لے تاکہ نیکی کا موقع ضائع نہ ہو، مثلاً: جب چھوٹا سلام نہ کہے تو بڑا کہہ لے اور اگر تھوڑے سلام نہ کہیں تو زیادہ کہہ لیں تاکہ دونوں کو اجر مل جائے۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو شخص انھیں اکٹھا کر لے اس کا ایمان مکمل ہو گیا: ''اپنے آپ سے انصاف کرنا (یعنی شرک و بدعت سے دور بھاگنا)، سب لوگوں

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون......، حديث:54

کوسلام کہنا اور تنگی کی حالت میں خرچ کرنا۔"

سلام کہنا سنت اور اس کا جواب دینا فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک شخص بھی جواب دے دے تو سب کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے، مثلاً: کوئی شخص ایک جماعت کو سلام کہے اور ان میں سے ایک شخص سلام کا جواب دے دے تو باقی سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾

"اور جب تمھیں کوئی سلام کہے تو تم اس سے بہتر الفاظ سے جواب دو یا (کم از کم) ویسے ہی الفاظ سے جواب دے دو۔"[1]

سلام کے جواب میں صرف "اَھلًا و سَھلًا" کہہ دینا کافی نہیں، کیونکہ یہ الفاظ نہ سلام سے اچھے ہیں، نہ اس جیسے ہیں، لہٰذا جب کوئی "السلام علیکم" کہے تو اس کے جواب میں "وعلیکم السلام" کہے اور جب کوئی أھلًا کہے تو اس کے جواب میں اسی طرح أھلًا کہہ سکتا ہے اور اگر سلام میں کچھ زیادہ الفاظ "وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ" کہے تو یہ افضل ہے۔

دوسرا حق

جب تجھے مسلمان بھائی دعوت دے تو اسے قبول کر، یعنی جب تجھے اپنے گھر کھانے پر یا کسی اور کام کے لیے بلائے تو تجھے جانا چاہیے کیونکہ دعوت قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور اس لیے بھی کہ اس میں بلانے والے کی دل جوئی اور قدر شناسی ہے۔ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص دعوت قبول نہیں کرتا اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[1] النساء 4:86

«وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ»

''جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔'' [1]

نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان: ''جب (کوئی مسلمان) تجھے دعوت دے تو اسے قبول کر۔'' ایسی دعوت کے لیے بھی ہے جو امداد و معاونت کے لیے ہو۔ کیونکہ تجھے اس کو قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا»

''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔'' [2]

تیسرا حق

جب کوئی مسلمان تجھ سے خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کر، یعنی جب وہ تیرے پاس آ کر اپنے لیے کسی چیز میں تجھ سے خیر خواہی کا طالب ہو تو اس کی خیر خواہی کر کیونکہ یہ بھی دین کا حصہ ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

«الدِّينُ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ»

''دین خیر خواہی ہے۔ ہم نے پوچھا: کس سے؟ آپ نے فرمایا: اللہ سے، اس کی کتاب سے، اس کے رسول سے، مسلمانوں کے اماموں سے اور عام مسلمانوں سے۔'' [3]

---

[1] صحيح مسلم، النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة، حديث: 1432

[2] صحيح البخاري، الأدب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضا، حديث: 6026

[3] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، حديث: 55

البتہ اگر وہ خیر خواہی طلب کرنے کے لیے تیرے پاس نہ آئے اور صورت حال یہ ہو کہ اسے کوئی نقصان پہنچنے والا ہو یا وہ کسی گناہ میں مبتلا ہونے والا ہو تو تجھ پر واجب ہے کہ اس کی خیر خواہی کر۔

چوتھا حق

جب کوئی مسلمان چھینک مارے اور اس کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو دوسرا مسلمان اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہے، البتہ اگر وہ چھینک مارتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہ کہے تو پھر اس کا کوئی حق رہا نہ کہ اس کے لیے یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہا جائے کیونکہ اس نے اللہ کی تعریف بیان نہیں کی، لہٰذا اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ یَرْحَمُكَ اللّٰہ نہ کہا جائے۔

اور جب چھینک مارنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو پھر یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہنا فرض ہے اور چھینک مارنے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے کہ وہ یَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ ''اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمھارا حال درست کرے'' کہے اور جب اسے بار بار چھینکیں آ رہی ہوں تو تین بار تشمیت (یَرْحَمُكَ اللّٰہ) کہے اور چوتھی بار یَرْحَمُكَ اللّٰہ کے بجائے عَافَاكَ اللّٰہ ''اللہ تعالیٰ تمھیں عافیت میں رکھے'' کہے۔

پانچواں حق

جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کر۔ مریض کی عیادت کے معنی اس سے ملاقات کرنا ہے اور یہ مسلمان بھائیوں کا اس پر حق ہے، لہٰذا مسلمانوں پر عیادت کرنا واجب ہے اور جب مریض سے تمھاری قرابت، دوستی یا ہمسائیگی ہو تو عیادت اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے۔

عیادت مریض اور مرض کے حسبِ حال ہونی چاہیے۔ کبھی حالات کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ بار بار عیادت کے لیے آتا رہے۔ جو شخص مریض کی عیادت کرے، اس کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اس کا حال پوچھے اور اس کے لیے دعا کرے، صحت اور عافیت کی امید دلائے۔ کیونکہ یہ چیز صحت اور شفا کے بڑے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس سے توبہ کا ذکر اس انداز سے کرے جو اسے تعجب یا کسی وسوسے میں نہ ڈال دے۔ مثلاً یوں کہے: مومن کی بھی عجیب شان ہے کہ وہ ہر حال میں نیکیاں حاصل کر سکتا ہے کیونکہ مرض سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف کرتا اور برائیاں مٹا دیتا ہے، اس لیے تم اپنی بیماری میں کثرت ذکر، استغفار اور دعاؤں کے ذریعے سے بہت بڑا اجر کما سکتے ہو۔

چھٹا حق

مسلمان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کے جنازے میں شریک ہو۔ اس میں بہت بڑا اجر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَّمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيرَاطَانِ، قِيلَ: وَمَا الْقِيرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ»

''جو شخص جنازہ کے ساتھ چلے حتیٰ کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے، اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے اور جو اس کے ساتھ چلے یہاں تک کہ دفن کیا جائے، اس کے لیے دو قیراط ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ دو قیراط کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: جیسے دو بڑے بڑے پہاڑ۔''[1]

[1] صحیح البخاری، الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن، حدیث: 1325، وصحیح مسلم، الجنائز، باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ......، حدیث:945، واللفظ له

ساتواں حق

مسلمان کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اسے تکلیف پہنچانے سے باز رہے کیونکہ مسلمانوں کو دکھ پہچانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَـٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَـٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾﴾

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے دکھ پہنچاتے ہیں جو انھوں نے نہیں کیا تو انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھا لیا۔''[1]

اور اکثر یوں ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی پر کوئی تکلیف مسلط کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس سے انتقام لے لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، بِحَسْبِ امْرِىءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ»

''آپس میں دشمنی رکھو نہ تعلقات منقطع کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہو جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ آدمی کے لیے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت حرام ہے۔''[2]

---

① الأحزاب: 58/33

② صحيح مسلم، البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم و خذله......، حديث: 2564

مسلمان پر مسلمان کے بہت سے حقوق ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے مذکورہ بالا فرمان:

«اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ»

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔''

کا تقاضا یہی ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرو وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرو اور اس کی ہر ممکن بھلائی کے لیے کوشش کرتے رہو۔

غیر مسلموں کے حقوق

وإن أحد من المشركين استجارك فأجره

غیر مسلموں میں ہر طرح کے کافر شامل ہیں اور ان کی چار قسمیں ہیں:

① حَرْبی ② مُسْتامَن ③ مُعاهَد ④ ذِمّی

- **حَرْبی:** وہ کافر جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں۔ حربی کفار کا ہم پر کوئی حق نہیں کہ ان کی کوئی حمایت یا رعایت کی جائے۔
- **مُسْتامَن:** وہ کافر جو مسلمانوں سے مال و جان کی امان کی درخواست کریں اور انھیں امان دے دی جائے۔ ان کفار کا ہم پر یہ حق ہے کہ ان کو امن دینے کے وقت (مدت امان) اور اس جگہ کا لحاظ رکھا جائے جہاں انھیں امان دی گئی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ٱسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُۥ﴾

”اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اس کو پناہ دو تا آنکہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔“[1]

- **مُعاهَد:** وہ کافر جن کا مسلمانوں کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو، مثلاً: اتنے سال ہم باہم جنگ و جدال نہیں کریں گے۔ [مُعاهَدِین] کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم ان کا عہد اس مدت تک پورا کریں جو ہمارے اور ان کے درمیان اتفاقِ رائے سے طے ہوا ہے۔ جب تک وہ اس

[1] التوبة 6/9:

عہد پر قائم رہیں، اس میں کچھ کمی کریں نہ ہمارے خلاف کسی کی مدد کریں، نہ ہمارے دین میں طعنہ زنی کریں، اُس وقت تک ہمیں عہد کا پاس کرنا چاہیے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا ٱلَّذِينَ عَٰهَدتُّم مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْـًٔا وَلَمْ يُظَٰهِرُوا۟ عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوٓا۟ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾﴾

''مگر جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو اور انھوں نے تمھارا کسی طرح کا نقصان کیا ہو نہ تمھارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک ان سے عہد کیا ہوا ہے اسے پورا کرو، بلاشبہ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿وَإِن نَّكَثُوٓا۟ أَيْمَٰنَهُم مِّنۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا۟ فِى دِينِكُمْ فَقَٰتِلُوٓا۟ أَئِمَّةَ ٱلْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَآ أَيْمَٰنَ لَهُمْ﴾

''اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعنہ زنی کریں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔''[2]

■ **ذِمّی:** وہ غیر مسلم ہوتے ہیں جو جزیہ ادا کرکے مسلمانوں کے ملک میں رہنے والے ہوں جس کے عوض اسلامی حکومت ان کے مال و جان کے تحفظ کی ذمہ دار ہو۔ ذمیوں کے حقوق باقی تمام کافروں سے زیادہ ہیں۔ ان کے کچھ حقوق ہیں اور کچھ ذمہ داریاں، کیونکہ وہ مسلمانوں کے ملک میں زندگی بسر کرتے اور ان کی حمایت اور رعایت میں رہتے ہیں جس کے عوض وہ جزیہ ادا کرتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے حاکم پر واجب ہے کہ وہ ان کے خون، مال اور عزت کے مقدمات میں اسلام کے حکم کے مطابق فیصلہ کرے اور جس چیز کی حرمت

---

① التوبة: 4/9 ② التوبة: 12/9

وان أحد من المشركين استجارك فاجره

کا وہ عقیدہ رکھتے ہیں اس میں ان پر حدود قائم کرے اور حاکم پر ان کی حمایت اور ان کی اذیت و پریشانی کو دور کرنا واجب ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا لباس مسلمانوں کے لباس سے الگ ہو اور وہ کسی ایسی چیز کا اظہار نہ کریں جو اسلام میں ناپسندیدہ ہو یا ان کے دین کا شعار (شناختی علامت) ہو، جیسے ناقوس اور صلیب۔ ذمیوں کے احکام اہل علم کی کتابوں میں موجود ہیں، لہٰذا ہم اسے طول نہیں دیتے۔

انتباہ!

ان حقوق پر عمل کرنا مسلمانوں میں باہمی محبت کا ذریعہ ہے۔ یہ ایسے حقوق ہیں جن پر عمل کرنے سے باہمی عداوت اور نفرت زائل ہو جاتی ہے، مزید برآں ان تعلیمات پر عمل برائیوں کے مٹنے، نیکیوں کے دوگنا چوگنا ہونے اور درجات کی بلندی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

تلاش حق سیریز

تلاشِ حق میں سرگرداں لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے
انتہائی مستند، جامع اور دل پذیر کتابوں کا سیٹ، اردو میں پہلی بار

خود پڑھیے اور دوسروں کو پڑھائیے!

* توحید اور ہم
* رحمتِ دو عالم ﷺ
* قرآن کی عظمتیں اور اس کے معجزے
* اسلام کی امتیازی خوبیاں
* اسلام کے بنیادی عقائد
* اسلام میں بنیادی حقوق
* اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات
* اسلام پر 40 اعتراضات کے عقلی و نقلی جواب
* اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟
* میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن!
* جنت میں داخلہ، دوزخ سے نجات

راہ حق سیریز

مسلمانوں کی عملی زندگی میں مسنون انقلاب برپا کرنے والی کتب کا دعوتی، مستند اور جامع سیٹ

* ترجمہ وتفسیر تیسواں پارہ
* تجلیات نبوت
* ارکانِ اسلام وایمان
* مسنون نماز اور روزمرہ کی دعائیں
* اسلام کے احکام وآداب
* فکر وعقیدہ کی گمراہیاں اور صراطِ مستقیم کے تقاضے
* اسلامی آدابِ معاشرت
* حقوق وفرائض
* انسان......اپنی صفات کے آئینے میں
* دعوتِ حق کے تقاضے
* لباس اور پردہ

آج کل بنیادی حقوق کا بڑا چرچا ہے اور شور ہے اور یہ شور زیادہ تر مغرب کے مادر پدر آزاد معاشرے کے فرزندوں کی طرف سے مچایا جارہا ہے جو انسان اور حیوان کے درمیان فرق کرنے کے روادار ہیں نہ انھیں مرد اور عورت کے درمیان فطری امتیازات نظر آتے ہیں۔

اسی لیے وہ حیوانوں والے حقوق انسانوں کے لیے تسلیم کرانا اور مردوں کے فرائض عورتوں کو بھی تفویض کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں باتیں فطرت کے خلاف ہیں اور فطرت کے خلاف جنگ کرنے سے دنیا میں کبھی امن اور سکون نہیں ہو سکتا اور بعض لوگ وہ ہیں جو کسی کے بھی بنیادی حقوق کے قائل نہیں۔ان کے نزدیک حقوق ہیں تو طاقت وروں کے، کمزوروں کے کوئی حقوق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ اقتدار و اختیار سے بہرہ ور ہو کر عوام پر ہر قسم کا جبر و ظلم کرنا جائز سمجھتے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے اس کتابچے میں افراط و تفریط سے دامن بچاتے ہوئے اسلام کی اعتدال پر مبنی تعلیمات کی روشنی میں انسانوں کے وہ بنیادی حقوق واضح کیے ہیں جو دین متین نے تسلیم اور بیان کیے ہیں جن سے مرد اور عورت کے درمیان وہ امتیاز قائم رہتا ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اور انسان اور حیوان کے درمیان فرق بھی قائم رہتا ہے۔اور یہی وہ نقطۂ اعتدال ہے جو امن سکون کا ضامن ہے۔

ISBN-9960-9829-1-2
9 789960 982915

PRINTED IN CHINA - 17